دھرتی بانجھ نہیں ہوتی

ثمینہ سید

ہم نے سوچ رکھا ہے،
چاہے دل کی ہر خواہش،
زندگی کی آنکھوں سے
اشک بن کے بہہ جائے
چاہے اب مکینوں پر
گھر کی ساری دیواریں
چھت سمیت گر جائیں
اور بے مقدر ہم
اس بدن کے ملبے میں
خود ہی کیوں نہ دب جائیں
تم سے کچھ نہیں کہنا۔

رابیل نے نم آنکھوں کو ہتھیلی کی پشت سے رگڑا مگر آنسو پھر بھی بہہ نکلے اور گال بھگوتے چلے گئے وہ ہار کر بیٹھ گئی اور آنسووں سے دوستی کر بیٹھی۔ شکوے ہی شکوے مجسم بنے آنکھوں کی دھند میں ڈول رہے تھے
رابیل! مجھے ایک چیز ملتی ہے تو دوسری کھو جاتی ہے میں تھک گیا ہوں یار اس ساری ارینجمنٹ۔" محب جھنجلایا ہوا:
اس کے قریب چلا آیا تو وہ آنکھیں صاف کرتی ہوئی اس کی طرف مڑی اور وہ اس کی سوجی سوجی سرخ آنکھیں دیکھ کر سارا ماجرا سمجھ گیا۔ یہ سب بھول بھال کر اس کے قریب چلا آیا۔
آج پھر ساون کی جھڑی کیوں لگی ہے جان

؛اوں ہوں،بس ایسے ہی۔"

،ایسے ہی کیا،کچھ تو کہو بلکہ سب کچھ کہو من کا بوجھ ہلکا ہو جائے گااور میں بھی اپنے کاغزات کھو جانے کا غم بھول جاوں گااس نے احسان عظیم کرتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی۔

،،آپکی بڑی مہربانی صاحب،آپ مجھ غریب پر رحم نہ فرمائیں،میں آپ کو سب کچھ ڈھونڈ کر دیتی ہوں چلیں۔،،رابیل نے اس کے بازو میں ناز سے اپنا بازو ڈالتے ہوئے اُٹھایا۔

،،تم رکو میں خود ہی ڈھونڈ لیتا ہوں۔،،

وہ زور سے چلائی آرہی ہوں آمی جان۔"

مجھے تو کوئی آواز نہیں آئی بے ایمان۔،،وہ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے جل کر رہ گیا اور پھر مرے مرے قدموں سے اسٹڈی کی طرف چلا آیا اور یہ دیکھ کر ٹھٹک گیا کہ وہ تیزی سے سب کچھ سمیٹ رہی تھی۔درازوں کو ترتیب سے لگا کر کچھ کاغذ اُٹھائے اور بھاگنے والے انداز میں مڑی پھر اسے دیکھ کر ساکت رہ گئی۔

،،ہوں تو یہاں سے بھاگنا چاہتی ہو۔واہ کیا تیز ہاتھ چلتے ہیں۔،،وہ خطرناک تیوروں سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

،،محب،یہ مل گئے،یہ دیکھو۔،،اس نے گھبرا کر کاغذ آگے بڑھائے تو اس نے کاغذ پکڑ کر دور پھینک دیئے،،اب تمہیں کون بچائے گا سویٹ ہارٹ۔،،

وہ غرایا تو رابیل کھلکھلا کر ہنس دی۔بچنا کس کافر کو ہے۔،،رابیل کی سرگوشی پر دونوں کے قہقہے فضا میں جلترنگ بجانے لگے۔ایسی ہی تھی ان کی محبت جنونی اور پناہوں میں لے کر سب درد مٹانے والی۔

رابیل نے تو ہزار سوچا دنیا میں شاید کوئی اور ان دونوں جیسی محبت نہیں کر سکے گا شاید کوئی بھی نہیں۔تبھی تو اسے ساس کی باتیں،طنز کے نشتر،لوگوں کی نظریں اور زندگی کا سونا پن سب کچھ بھول جاتا اور وہ ہارتے ہارتے اُٹھتی اور پھر سے زندگی کی دور میں شامل ہو جاتی۔محب کی محبت تو اس کے لیے بہت ہی اہم تھی،سانسوں کے آنے جانے جتنی اہم۔کئی ایک بار اس نے اس کے بغیر خود کو تصور کر کے دیکھا تو اسے لگا۔

تجھے نکال کے دیکھا تو سب خسارہ لگا۔

رابیل، رابیل، اور رابیل کدھر گم ہو جاتی ہو، محب کمرے سے ڈرائنگ روم تک آوازیں دیتا ہوا آیا اور سامنے آمی جان کو بیٹھی آمی جان کو دیکھ کر رکا، اور مسکراتا ہوا ان کے قریب چلا آیا۔ وہ بری طرح تپی بیٹھی تھیں۔

اندھا کر ڈالا ہے تجھے اس عورت کی محبت نے

تو اور کیا میری پیاری آمی جان، روز ادھر اُدھر نظریں مارتا ہوں کہ شاید کوئی اور سما جائے نظر میں تو،،

تو: رابیل نے نظروں ہی نظروں میں پوچھا تو اس نے ڈرنے کی بھرپور ایکٹنگ کی۔

صبا بیگم نے باری باری دونوں کو دیکھا اور شدید نفرت سے بولی، محب تجھے اپنی بوڑھی ماں کی خواہش، اپنے خاندان کے نام نسب، سلسلے کی کسی چیز سے محبت نہیں۔ بس اس جادو گرنی کے کلمے پڑھتے رہتے ہو۔ آج تم جوان ہو تو پرواہ نہیں، کل کو کون تمہارا سہارا بنے گا؟ وہ بولتی چلی گئیں۔ رابیل سر جھکائے مجرموں کی طرح کھڑی تھی وہ غصے سے تنتناتا ہوا اٹھا اور باہر چلا گیا۔

اب یہ روز کا معمول بن گیا تھا۔ کبھی آمی جان تو کبھی محب کی بہنیں طن و طنز کے نشتر چلانے آجاتی۔ وہ اپنے اکلوتے بھائی کی اولاد دیکھنے کے ارمان سجاتے سجاتے رابیل کی دنیا مٹانے پر تلی ہوئی تھیں۔ رابیل سوچتی،، وقت بھی تو بہت گزرتا جارہا ہے۔ وہ بے چاریاں بھی اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں مگر میں کیا کروں، میرے بس میں تو کچھ بھی نہیں۔ یہ تو تقدیر کے کھیل ہیں۔ جس کو جس نعمت سے نوازے یا محروم رکھے،، رابیل نے ٹھنڈی آہ بھری،،

،، بس انسان اپنی فطرت سے مجبور ہے ناں جتنا ملے کم پڑ جاتا ہے۔ بھرے جہاں میں بھانت بھانت کے لوگ ہیں۔ وہ اُٹھ کر ادھر اُدھر ٹہلنے لگی

کوئی روٹی، کپڑے کو ترستا ہے اور کہیں روز کھانے کے ڈھیر کوڑے کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔ یہاں میں اور محب اپنا بیڈ بانٹنے کو تیار ہیں۔ دنیا بھر کے ناز اُٹھانے کو مچل رہے ہیں اور کسے ننھے مہمان کے آنے کے دور دور تک آثار نہیں۔ کہیں ایک روٹی کے بارے ٹکڑے ہوتے ہیں، واہ رے سوہنے ربا صدقے جاوں تیری تقسیم کے،، رابیل نے

پردہ ہٹا کر آسمان کی دیکھا اور پھر ہوں ہی بلاوجہ دیر تک کھڑی دیکھتی رہی۔

آمی جان! میں مما کی طرف جا رہی ہوں شام تک آجاؤں گی،،رابیل نے پرس کاندھے پر لٹکاتے ہوئے کہا تو وہ بھنا کر رہ گئیں

اب اکیلی ہی جاؤ گی بی بی،،بہت آزادی دے رکھی ہے میاں نے ایک دن بہت پچھتائے گا

دن بہت پچھتائے گا

آمی جان محب باہر میرا انتظار کر رہے ہیں،،رابیل نے اونچی آواز سے زور دے کر کہا اور باہر کی طرف چل دی جب کہ وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی

،ارے میرے بخت ہی برے تھے اس دن سیاہی پھر گئی تھی جب نند کی باتوں میں آ کر اپنے اکلوتے لاڈلے کا نام محب رکھ دیا۔ وہ محب ہی بن گیا۔ بشری تقاضوں سے کہیں اوپر درویش محبوب،، نمرہ انکی چھوٹی بیٹی کھلکھلا کر ہنس پڑی مگر ان کا سلسلہ کلام رکا نہیں۔ وہ مسلسل زہر اگلتی رہی

رابیل تم خوش تو ہو نہ بلکل مرجھا کر رہ گئی ہو۔ عثمان اس کے قریب آ بیٹھا تو وہ دھیرے سے مسکرا دی

،،بلکل خوش ہوں۔ تم اپنی سناؤ اتنے سالوں اپنوں سے دور رہے تو پھر کیسے وقت گزرا، کوئی گوری زندگی میں آئی کہ نہیں

نہیں۔

تم اپنے بارے میں اتنی مختصر اور مبہم گفتگو کیوں کرتے ہو

کیونکہ ہمیشہ تمہیں سننے کی عادت ہے تمھاری ہی فکر رہتی ہے اپنی طرف تو دھیان ہی نہیں گیا۔ عثمان تم ہی تو کہتے تھے کہ زندگی ایک تسلسل کا نام ہے اور کسی کے آنے اور جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا،،

ہاں مگر مَن غلط تھا رابیل میں بلکل ہی جھوٹ کہہ رہا تھا اس وقت تمھیں محب سے محبت تھی اور مجھے تم سے۔ تم بتاؤ کیا

اس کے ملنے سے تمہاری زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑا، کیا تمہاری اور میری زندگی ایک جتنی بنجر ہے

، نہیں، وہ بے ساختہ بولی اور پھر سامنے پڑی کرسی پر ڈھے سی گئی، مگر کسی حد تک تو بنجر ہے عثمان، جب ہم محبوب کی محبت کو پالیتے ہیں اس کی دنیا میں شامل ہو جاتے ہیں تو سمجھو دنیا دار ہو جاتے ہیں پھر ہمیں کچھ اور پانے کی طلب ہونے لگتی ہے

،، رابیل جب ہمارا محبوب ہماری سب خواہش پوری نہیں کرتا تو کیا محبت پس پردہ چلی جاتی ہے کیا ہم اس کے ساتھ چلتے چلتے راستہ بدل لینا چاہتے ہیں

یہ کیسا سوال تھا عثمان نے انجانے میں کیا مگر رابیل تو ہل گئی

تو کیا میرے لہجے میں پچھتاوے کی مایوسی ہے اور اتنی مایوس عثمان کو لگا میں راستہ بدل سکتی ہوں۔

نہیں نہیں عثمان بس محبت وصل بن کر ایک ایسا شجر بن جاتی ہے جس کے کچھ حصے سبز ترو تازہ اور کچھ دھیرے دھیرے زرد ہونے لگتے ہیں ہوں جیسے

سرخ گلاباں دے موسم وچ، پھلاں دے رنگ کالے

وہ محلول سی بول رہی تھی اور عثمان جیسے آگہی کی ایک کٹھن گزرگاہ سے آگے چلا گیا

رابیل اگر میں تمہیں پالیتا اور ہمارے جیون میں بھی یہ کمی رہتی تو میں اس کو رہنے دیتا کیونکہ تمہاری آنکھوں میں درد اور اپنی آنکھوں کو تم سے شکایت کا موقع تو دیا ہی نہیں جاسکتا تھا

تو کیا کرتے، وہ تجسس سے بے حال ہو گئی۔ تبھی عثمان نے اسے کندھوں سے پکڑ کر بٹھایا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا

پگلی دھرتی کبھی بانجھ نہیں ہوتی بس نظر کا دھوکہ ہے سب

کیا عثمان وہ بے تاب تھی اپنی مشکلوں کا حل جان لینے کو

رابیل میرے تین بچے ہیں کیا تم جانتی ہو؟

او گاڈ عثمان کیا پاگل کرو گے شادی کی نہیں اور بچے ؟

رابیل مُس تم لوگوں سے آج ملا ہوں ورنہ پاکستان تو آٹھ اکتوبر کے زلزلوں کے بعد آیا تھا۔ ایک مہینے تک اسلام آباد میں کیمپ لگائے رکھا۔ حسب توفیق بہت کیا پھر، قیس علی کو امریکہ ساتھ لے گیا۔ یہ میرے وہ بچے تھے جن کے چہرے میری دھرتی ماں کے درد اور گرد سے اٹے ہوئے تھے

اوہ عثمان۔ رابیل رو پڑی اور دیر تک روتی رہی۔ اس کا تایا زاد عثمان علوی ایسا ہی تھا ہمیشہ سے سب کے دکھ درد بانٹنے والا۔ تبھی تو اس نے سات سال پہلے رابیل کی محبت کے آگے اپنی محبت ہار دی تھی

رابیل۔ میں نے اپنے بچوں کی حقیقت صرف تمہیں بتائی ہے اور کسی کو نہیں کیونکہ ہمارے اپنے اتنے کشادہ دل نہیں ہیں اور مُں بھی اپنے بچوں کے معاملے میں بہت جذباتی ہوں۔ کوئی ان کو لے پالک یا بے چارے کہے مجھے کسی صورت گھوارہ نہیں۔"

اوہ عثمان، یو آر لولی پرسن، گریٹ مین، رابیل نم آنکھوں سے چہکی اور نہجانے ارد گرد روشنی ہی روشنی ہو گئی۔ وہ گھر واپس جا رہی تھی۔ وا آج عثمان سے ملنے آئی تھی جو سات سال بعد آمریکہ سے آیا تھا

۔ محب دوسری شادی کرنا اتنی معیوب بات بھی نہیں جتنی تمہیں لگتی ہے،"یہ سارا باجی تھی جو آج اسے سمجھانے کا پورا پروگرام بنا کر آئی تھیں

تو اور کیا بجو، عارف بھائی نے دو تین بار کی ہے، آپ نے کچھ کہا نہیں وہ شانے اُچکا کر بولا تو وہ جل کر رہ گئیں

تم تو بلکل ہی پاگل ہو کر رہ گئے ہو آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے تمہارے

میرے بھائی ہوش کر اور کچھ نہیں تو اپنی چہیتی کو سمجھا چیک اپ کروانے ہی چلی چلے

کتنے سال ہو گئے ہیں ہمیں بکواس کرتے ہوئے ہماری کوئی اہمیت تیری زندگی میں ہے یا نہیں یا ہم فضول میں جل جل کے راکھ ہو رہے

ہیں دیکھو ہمیں رابیل سے کوئی شکایت نہیں تم زندگی کو تو زرا سنجیدگی سے تو لو اولاد انسان کا سب سے بڑا سہارا ہوتی ہے

اللہ پاک تمہیں زندگی دے، تمہیں سلامت رکھے تم ہو تو ماں کو سنبھال کر بیٹھے ہو ایک لمحے کو تصور تو کرو تم نہ ہوتے

ہم بہنیں بھی نہ ہوتی تو ابو جان کی وفات کے بعد امی جان کا کیا بنتا کائی پوچھنے والا بھی نہ ہوتا مرتے کہ منہ میں کوئی پانی

بھی نہیں ڈالتا

سوری بجو آپ فضول میں بحث کر رہی ہیں وہ جانے لگا تو امی جان انتہائی عاجزانہ انداز میں بولی، محب رابیل سے کہو

ایک بار سارا کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس تو جائے ورنہ پھر ہم صبر کر لیں گے

اور نہ جانے کیوں اس کی آنکھیں خون کے آنسو رونے لگیں۔ اتنے سالوں بعد جیسے ضبط کے سب بند ٹوٹ گئے۔ وہ

اپنے کمرے میں آ کر بستر پر بیٹھ گیا آنسو مسلسل بہتے رہے تبھی دو نرم ہاتھوں نے اس کے چہرے کو چھوا اور نازک

پوروں نے آنسو صاف کر ڈالے

محب میرا ڈاکٹر کے پاس جانا مسلے کا حل ہوتا تو میں بہت سال پہلے ہی چلی جاتی، اسنے سرخ آنکھوں سے رابیل کی

طرف دیکھا اور پھر ایک لمحے ہی میں سچائی کی تمام حقیقتوں تک پہنچ گیا تو تم جانتی ہو کہ۔ وہ اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا

ہاں میں جانتی ہوں پانچ سال پہلے اسلام آباد گئے تھے تو روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہو گئے تھے ڈاکٹر نے مجھے بتایا تھا

ہم کبھی ماما پاپا نہ بن سکیں گے مگر مَیں تو تمہاری زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی کہ تم آنکھیں کھولو سب کو روتے

تڑپتے محسوس کرو تمہیں پتہ تو چلے امی جان، بہنیں اور میں تمہاری محبت میں کسقدر تڑپ رہے ہیں تمہارے بغیر جینے

کا تصور ہی ہمارے پاوں کے نیچے سے دھرتی کو کھینچ رہا تھا پھر دوسری کوئی بات تو سجھائی ہی نہیں دے رہی تھی وہ

بولتے بولتے رو دی پھر وہی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے جا رہا تھا

،تو تم نے امی اور بہنوں کو

نہیں تم زندہ ہو، ہر لمحہ میرے ساتھ ہو میری زندگی کی تکمیل اور روشنی بن کر پھر میں خدا سے شکوہ کر کے کفر کی

مرتکب تو نہیں ہو سکتی تھی اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔۔وہ دہل گئی اور محب کے ساکت وجود نے آگے بڑھ کر اسے
تھام لیا پھر اس کے ٹھنڈے ہاتھوں کو اپنے ہونٹوں سے چھوا
رابیل تم اتنے سال تک میری ماں،بہنوں اور سارے زمانے کی باتیں

سنتی رہی اور خود کو بانجھ کہلاتی رہی۔ کسی لمحے تمہارا دل نہیں چاہا چیخ چیخ کر سب سے کہو ہمارے سونے آنگن کی ویرانی
تمہاری وجہ سے نہیں بلکہ میری وجہ سے ہے اور میں دیکھو کتنا بزدل ہوں کہ کسی کو طعنے مانے سے روک پایا اور نہ ہی
تمہیں کچھ بتانے کی ہمت کر سکا،،محب پچھتاووں میں گھرا تھا اور وہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔وہ پھر بولا
مگر رابیل اسے میری خود غرضی نہیں کہا جا سکتا تم یقین کرو میں نے ہزار بار کوشش کی تم سے کچھ کہہ سکوں مگر
تمہیں کھونے کا ڈر مجھے ہونٹوں پر انگلی رکھ کے چپ کرا دیتا تھا
رابیل نے محبت سے گھور کر اسے دیکھا،مگر مجھے کوئی ڈر نہیں رہا کبھی بھی،ثابت ہوا عورت زیادہ بہادر اور وفادار ہے
۔وہ مسکرا رہی تھی ہمیشہ کی طرح
پر سکوں مگر محب بہت پریشان تھا اپنی ماں،بہنوں کے رویے سے
رابیل! میری بلکل سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر امی اور بہنوں کو کیا بتا کر مطمئن کروں۔وہ لوگ بھی اپنی جگہ درست
ہیں۔اس کے لہجے میں بے بسی تھی
میرے پاس اس مسلے کا ایک بہت ہی خوبصورت حل ہے۔ مگر آپ کو زرا بہادر بننا پڑے گا،،رابیل نے مسکرا کر کہا
تو وہ ایک بار پھر حیران ہوا کہ وہ اس قدر ٹینشن میں بھی اتنی ریلکس کیسے ہے اور اس مسلے کا حل کہاں سے آ گیا
،،تمہارے زہن پر حالات کا اثر کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہے یا پھر تم یہ کہنا چاہتی ہو بھاگ چلیں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر۔
رابیل کھلکھلا کر ہنس دی،،مجھے کچھ کہنے تو دو،،
کہو۔اس کا پور پور کان بن گیا کون سا خوبصورت حل ہے اس کی محبوب بیوی کے پاس جو ان کی زندگی کی ویرانیوں کو

دور کر دے گا

۔ دیکھو ضروری نہیں کہ بچے اپنے صرف وہی ہوں جو اپنے پیٹ سے پیدا ہوں کیا ہم نے سگی اولاد کو بھی بے وفا اور بے مہر ہوتے نہیں دیکھا۔ دنیا میں کتنے ہزاروں اولڈ ہاؤسز اپنی اولاد کی خود غرضی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں،، رابیل تمہید باندھ رہی تھی۔ تبھی وہ بولا

،، تو تم چاہتی ہو ہم بچہ ایڈپٹ کر لیں

ہاں اسے ایڈپٹ کرنا کہہ سکتے ہیں لیکن وہ سب بچے بھی ہمارے ہیں، ہماری دھرتی کی اولاد۔ ہم تم بانجھ ہو سکتے ہیں لیکن دھرتی کبھی بانجھ نہیں ہوتی ہمیں آخری سانس تک نوازتی ہے۔ اور اگر ہمیں کچھ حاصل نہیں ہو رہا تو اس کی جگہ ہمیں آگہی نہیں ہوتی یا پھر ہم سب کچھ انا پرستی کی نذر کر دیتے ہیں

رابیل تم بہت خوبصورت بولتی ہو مان لیا مگر صاف کہو جو کہنا ہے، اس نے بے صبری سے کہا تو وہ اور قریب ہو گئی ،ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ آٹھ اکتوبر میں اپنے تباہ حال ہم وطنوں کے ٹوٹتے بکھرتے گھر، تڑپتے سسکتے بچے جن کے والدین چل بسے، گھر برباد ہو گئے اور پھر سینکڑوں ہی ایسے واقعات جنہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں کچھ وقت کے لیے تو یوں برستی

ہیں کہ جیسے ان اپنوں کے سارے درد دھو ڈالیں مگر پھر انا کے خول میں بند ہو جاتی ہیں۔ اور ہم اپنے کام دھندوں میں سب کچھ بھول جاتے ہیں سب کچھ، یوں جیسے کوئی ہمارا فرض ہی نہ ہو

ہمیشہ گورنمنٹ کو برا بھلا کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں اگر ایک پل کو سوچیں اور غور کریں تو ہماری زندگی کی اس بہت بڑی کمی میں شاید اللہ تبارک و تعالیٰ کی کوئی مصلحت چھپی ہو۔

شاید ہمیں ان پیارے سے بچوں میں سے کسی کو گھر لا کر اپنے گھر کو رونقیں دینا ہوں۔ شاید آج ہم ان کا سہارا بنیں تو وہ کل ہمارا سہارا بن جائیں۔ ہمارے بڑھاپے کا سہارا۔ شاید ہمارے اپنے بچے سے بھی زیادہ وفادار اور محبت دینے والے ہوں۔

وہ ایک پل کو رکی کمرے کی فضا میں عجیب متزلزل سی خاموشی تھی کسی فیصلے پر پہنچنے کا سکوت۔

،رابیل تم بھی میرے لیے قدرت کی طرف سے عطا کردہ ایک انمول تحفہ ہو، تمہاری ہر بات، تمہاری ہر سوچ کس قدر سچی اور کھری ہے نور ہی نور سے معمور۔ دیکھو تو آگے بڑھنے کا ہر راستہ صاف ہو جاتا ہے۔ نئی پگڈنڈیاں بن جاتی ہیں۔

، تو چلیں۔ وہ بے ساختہ اٹھی اور اسنے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا، چلو،،

،، مگر ایک مسلہ ہے،، رابیل نے اٹھلا کر کہا تو وہ مصنوعی حیرت سے اسے دیکھ کر ہنسا۔

اچھا جی مسلے آپ کی طرف ہوتے ہیں حکم کریں شاید یہ بندہ ناچیز حل ڈھونڈ سکے،،

مجھے بیٹا پسند ہے، آمی اور بہنوں کو بھی بیٹے کی خواہش ہے، مگر تمہارا پتہ نہیں،، وہ معصومیت سے بولی۔ گھر سے طے کر کے چلتے ہیں،، اس کا قہقہہ

کمرے کی فضا میں مسحور سا ارتعاش بکھیرنے لگا۔

مجھے تو بیٹی پسند ہے سو بیٹی ہی چاہیے تمہارے جیسی خوبصورت آنکھیں والی، وہ بجھ سی گئی

،اچھا مگر،

تو ہم ایک بیٹا اور ایک بیٹی لائیں گے جو آپس میں بھی بہن بھائی ہوں اور ہماری زندگی میں بھی کوئی کمی نہ رہ جائے،، محب نے فیصلہ سنا ڈالا۔

دور افق پہ چاند جھٹ پٹ بادلوں سے نکل آیا دھرتی کو روشنی دینے کی لیے